

رفاقت کا احساس

انجم نعیم

میری

یادوں کی بارات میں میرا چھوٹا بیٹا اصغر سب سے روشن قلم ہے۔ صورت و سیرت دونوں میں خوشنما۔

اور شادمانی لئے اہل کی تیر نظر کا فوراً شکار ہوا۔ پانچویں کلاس میں تھا کہ ایک دن اسکول سے واپسی پر وہ ایک بہت ہی تجف سی سیاہ رنگت کی بلی کا بچہ جس کی گردن پر سفید رنگ کی دو دھاریاں تھیں کہیں سے اٹھا کر لے آیا۔ میں نے تو کسی جوش و جذبے کا اظہار نہیں کیا لیکن پورے گھر نے اصغر کی اس بلی کا زبردست خیر مقدم کیا۔ اس کا نام معزہ رکھا گیا اور اس کی وجہ تسمیہ میری بیوی نے یہ بتائی کہ رسول اکرم کی محبوب بلی کا نام بھی معزہ تھا اور اکثر وہ واقعہ بھی سنایا کرتی تھیں کہ کس طرح جب ایک دن وہ بلی رسول اکرم کے عبا پر سوئی اور نماز کے لئے جانے کا وقت ہوا تو صرف اس خیال سے کہ بلی اٹھ نہ جائے آپ نے عبا کا وہ حصہ کاٹ کر الگ کر دیا۔ اصغر کے لئے تو معزہ ایک محبوبہ کی طرح تھی جس سے جدائی کا خیال بھی اسے وحشی کر دیتا تھا اور نہ جانے معزہ کو کیا کھلا رکھا تھا کہ اگر کسی دن اصغر کو اسکول سے آئے میں تاخیر ہوتی تو وہ جیسے دروازے کی چوکھٹ ہو جاتی اور پھر نظر پڑتے ہی دیوانہ وار اس کے قدموں پر جاں نثار کرنے لگتی۔ اصغر اسے گود میں اٹھا کر اپنے کمرے میں داخل ہوتا اور کافی دیر تک نہ جانے اس سے کیا راز و نیاز کی باتیں کرتا رہتا۔ جب تک اصغر

گھر میں رہتا گھر والے یا تو اصغر کا قہقہہ سنتے یا پھر معزہ کی میاؤں میاؤں۔ 1999ء میری زندگی کے ہوش رہا سالوں میں سب سے زیادہ جاں کش ہے۔ جولائی میں اصغر کے پاؤں کے گھٹنوں میں تکلیف شروع ہوئی اور اس سے پہلے کہ ڈاکٹر مرض کی تشخیص کر پاتے اس کے لئے چلنا پھرنا مشکل ہوتا چلا گیا۔ ہر وقت قہقہہ لگانے اور باتوں کی پھلجھریاں چھوڑنے والا بچہ وسط اگست تک زبان کے استعمال سے محروم ہو کر بے آواز ہو چکا تھا اور عام جسم کا کھانا اس کے لئے لگانا ممکن نہیں تھا۔ بس میری آس بنائے رکھنے کے لئے مجھے دیکھتے ہی مسکرانے کی کوششوں میں مصروف ہو جاتا۔ ان دنوں معزہ ہر وقت اس کے ساتھ ہی رہتی تھی بلکہ شادمانہ فرس کی موجودگی میں تکلیف میں بھی کچھ کمی محسوس کرتا تھا۔ بعد میں ڈاکٹر نے بتایا اسے "ٹرن ڈیزیز" کہتے ہیں اور اگر علاج بروقت شروع نہ ہو تو پھر شرح موت سو فی صد ہے۔"

مرض بڑھتا ہی گیا جوں جوں دوا کی اور تکلیف کی یہ حالت ہو گئی کہ تیرہ سال کا یہ بچہ تکلیف کے مارے ہر وقت اس طرح بلک بلک کر روتا رہتا جیسے کوئی اس کے جسم سے نہایت بے دردی سے جان نکالنے کی کوشش کر رہا ہو اور اس نے ناامیدی کے ہا جو دو اپنی پوری قوت مدافعت جمو تک رکھی ہو۔ دن بھر میری بیوی اسے اپنی گود میں لئے بیٹھی رہتی اور شام کو آٹھس سے

آنے کے بعد کچھ کھانی کر میں اس عزیز جاں کو اپنی گود میں لیکر بیٹھ جاتا۔ ہم نے اپنی اور بیوی کی ڈیوٹی رات دن کے حساب سے بانٹ رکھی تھی لیکن معزہ اصغر سے شاکد ہم سے زیادہ پیار کرتی تھی اس لئے رات اور دن میں اس نے اپنا حصہ کسی کے ساتھ شریک نہیں کیا اور ہم نے اس پورے چار مہینوں میں کبھی نہیں دیکھا کہ معزہ رات دن میں کبھی بھی پانچ دس منٹ سے زیادہ اصغر سے الگ رہی ہو۔ اسے لگتا کہ اس کی موجودگی میں اصغر کی تکلیف کے احساس میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

۷ اکتوبر 1999ء کی شام جب ہم اذان کی آواز پر روزہ کھولنے کے لئے کھجور اپنے منہ میں ڈال ہی رہے تھے کہ ڈاکٹر نے نفس سے پرندے کی آزادی کی خبر سنا دی۔ یعنی دیر چھینر و کھٹین ہوتی رہی معزہ اصغر کی میت کے پاس ہی بیٹھی رہی۔ بس جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑ جاتی تو بہت ہی حزن نیا انداز میں ایک دو بار میاؤں میاؤں کہتی اور پھر چپ ہو جاتی۔ میں نے دیکھا کہ وہ جتنا سے میں بھی کچھ دور تک چلی۔ تدفین کے بعد کی رات میری زندگی کی شاکد سب سے ہیما تک رات تھی۔ جھکے تھکائے گھر کے دیگر افراد تو سو گئے تھے لیکن مہینوں بعد رات میں ہم یعنی میری بیوی شہناز اور اصغر کی بلی معزہ ہ چپ چاپ بیٹھے تھے اور تکلیف سے بلک بلک کر رونے والا کوئی نہیں تھا۔

